اسلام اور مغربی ممالک میں خواتین کے حقوق کی اساس کا ایک جائزہ

مریم جوانمرد

تخلیقی مشترکات

عورتوں اور مردوں سے متعلق کوئی گفتگو کرنے سے پہلے ہمیں ان کے تخلیقی مشترکات کا جائزہ لینا چاہئے۔ اسلام کی رو سے ان دونوں میں تخلیقی اعتبار سے اشتراکات بھی ہیں اختلافات بھی اور اشتراک واختلاف ہی مرد و عورت دونوں کے لئے الگ الگ حقوق کا باعث ہیں۔ البتہ تخلیقی مشترکات کا مسئلہ توضیح طلب ہے چنانچہ محققین اور دانشوروں کو چاہئے کہ اس پہلو پر خصوصی توجہ برتیں تاکہ شبہات کا ازالہ کیا جاسکے۔

مرد و عورت کے درمیان گوہر انسانی ایک اہم قدر مشترک ہے۔ اس اصل کی بنیاد پر بشری نقطہ نظر سے عورت و مرد دونوں برابر ہیں اور بشریت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہونے کے تعلق سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تخلیقی مشرکات کی رو سے دوسری اہم قدر مشترک، ان کا سبب خلقت ہے چنانچہ دونوں کو نعمت حیات سے بہرہ مند ہو کر حصول کمال کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر کائنات کو اس لئے خلق کیا گیا تاکہ عورت ومرد کمال اور قرب الٰہی حاصل کرسکیں۔ عورت اور مرد دونوں کے لئے تیسری مشترکہ قدر، کمال انسانی کے حصول کے لئے اشتراک مساعی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے، انسان کی انسانیت سب سے اہم موضوع ہے چنانچہ اسلام نے انسان کو "خلیفة الله فی الارض" جانا ہے جو اس بات کی طرف ہمارے ذہنوں کو متوجہ کراتا ہے کہ یہی انسانیت ہی انسان کا اصل جوہر ہے جو اسے خلیفۃاللہ قرار دیتا ہے۔

قرآن کریم نے " لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ "کے ذریعہ یہ واضح کردیا ہے کہ انسان خود خداوند کریم کی جانب سے قابل کرامت وتعظیم قرار پایا ہے اور یہ انسان کا وہی روحانی پہلو ہے جس پر خود خداوند متعال نے خصوصی توجہ فرمائی ہے چنانچہ انبیاء اور اولیاء اللہ نے ہمیشہ روح انسان کی بالیدگی کی کوشش فرمائی اور انہوں نے جسم انسانی کے جثّہ پر کچھ خاص اہمیت نہیں دی لہٰذا جو خداوند کریم کا مخاطب ہے وہ گوہر

انسانیت ہے اور اس رخ سے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں ہی قرب الٰہی کی اعلیٰ منزلوں کو طے کر سکتے ہیں اور یہی ان دونوں کے مابین مشترک حق ہے پس اللہ تعالیٰ نے سب سے اہم حق جو مردوں کے مانند عورتوں کو بھی دیا ہے وہی روح الٰہی ہے جو پروردگار عالم نے ان کے قالب کو سونپی ہے۔

اسلام اور مغرب میں خواتین کے حقوق کا دائرہ

مذکورہ اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورتوں کے حقوق کے تعلق سے اسلام جس وسیع دائرہ کا قائل ہے وہ مغربی ممالک کے مجوزہ حقوق نسواں کے اساس و مبانی سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اسلام نے حقوق نسواں کے حوالے سے خواتین کے مادی اور معنوی دونوں پہلوؤں کو نظر میں رکھا ہے جبکہ مغربی ممالک نے محض اس کے مادی پہلوؤں پر توجہ دی ہے۔ ان کے یہاں پیراڈگم/ہیومنزم کی بنیاد پر محض انسان کو اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے تاہم بنام سیکولرزم، دین کو سیاست سے جدا کرکے تصور الوہیت کو حاشیہ پر ڈال دیا گیا۔ چنانچہ مغرب کو جو انسان ملحوظ خاطر ہے وہ مادی انسان ہے اور وہ اس کے لئے جن حقوق کا بھی قائل ہے وہ سب بھی مادی دائرہ سے باہر نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے جو حقوق عورتوں کے لئے ان کے یہاں بیان ہوئے ہیں اس سے بہت کم ہیں جو دین اسلام نے خواتین سے متعلق مد نظر رکھے ہیں۔ اسلام کی رو سے اللہ نے مرد و عورت دونوں کو سب سے بڑا حق، حق انسانیت دیا ہے اور اس نقطۂ نظر سے عورت، بہشتی عاقبت کے انتخاب سے لیکر قرب الٰہی تک یہاں تک کہ خلافت الٰہیہ کے مقام و مراتب تک بھی پہنچ سکتی ہے۔

جب عورت، انسانی وبشری روح کے حق کی حامل ہو سکتی ہے تو اسے اپنے عقبیٰ کے تعین کا بھی حق حاصل ہے یا یوں کہا جائے کہ جب اسے روح دیدی گئی اور اس کی روح بھی جوابدہ بن گئی تو اس کی روح میں کمالات پر فائز ہونے کی بھی صلاحیت ہے اور روبزوال ہونے کی استعداد بھی۔ اس سلسلے میں مرد وعورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے دونوں ہی مستقل طور پر اپنی سرنوشت کے تعین میں کوشش اور جد وجہد کر سکتے ہیں۔ اس سے ایک اور شبہ کی تردید ہوتی ہے کہ " عورت کوئی ضمنی یا حقیر قسم کی مخلوق ہے جسے مرد کے لئے ہی خلق کیا گیا ہے تاکہ وہ کمال حاصل کر سکے "۔ اور سیرت انبیاء اور تاریخ پیغمبران الٰہی سے اسی بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔ زمانہ رسالتمآب میں عورت ایک عام شہری کی طرح مساوی حقوق کی مالک تھی، اسے اپنی سرنوشت کے تعین، سیاست اور اپنی رائے کے اظہار کا پورا حق حاصل تھا۔ اس طرح اس معاشرے اور حکومت میں وہ انتخاب ہمسر سے لیکر تعلیمات کو حاصل کرنے، مالکانہ حق رکھنے جیسے

سارے سماجی معاملات میں عورت پورے طور پر آزاد تھی۔ اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ مغربی تہذیب میں حقوق نسواں کا نعرہ ماڈرن زمانہ کی دین ہے ورنہ اس سے قبل ان کے یہاں اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔

عورت و مرد کے افتراق

مرد وعورت کے تخلیقی اشتراکات کے بعد، ان کے فرق پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام میں ان کے حقوق کی بنیاد، مشترکات اور فرق دونوں پر ہیں یہاں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ خداوند کریم، عدالت کے لئے غیر معمولی اہمیت کا قائل ہے چنانچہ اس کا ایک نام عادل بھی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عدل قائم ہو لہٰذا اس عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد وعورت دونوں کے لئے ، ایسے حقوق طے کئے جائیں جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کے مطابق ہوں۔ یا یوں کہا جائے کہ دین اسلام، تشریعی احکام کو تخلیقی نظام سے ہم آہنگ رکھنا چاہتا ہے جو کہ فیمنسٹوں کے نظریات کے بالکل برخلاف ہے، انسانی عقل یہ بات تسلیم کرتی ہے، کہ بعض استثنائی موارد کے علاوہ، عورتیں جسمانی اعتبار سے مردوں کے مقابلے ، کمزور اور نفسیاتی اعتبار سے رحم دل ہوتی ہیں اور یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ عورت جمال الٰہیہ کی مظہر ہے اور اس کے اندر الٰہی رحم وکرم کے عناصر پوشیدہ ہیں۔ مرد وعورت دونوں کے قوت ادراک بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد آیتیں ہیں جو اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں، سورہ زخرف کی آیت نمبر ۱۸، سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴، سورہ روم کی آیت نمبر ۲۱ اور سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۹ کی طرف بطور مثال اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام آیات میں مرد وعورت کے قوت ادراک کے فرق کے بارے میں اشارے ملتے ہیں جیسا کہ مرد وعورت دونوں میں طبعی رجحان کے حوالے سے نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

البتہ مرد وعورت کے تخلیقی طرق سے متعلق چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ عورت کا جذباتی پہلو، مردوں سے زیادہ قوی ہے اس کا یہ بالکل مطلب نہیں ہے کہ عورت میں تعقل کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا ہے تو اللہ نے قرآنی آیات میں واجبات وفرائض سے متعلق ان سے خطاب نہ کیا ہوتا اور نہ ہی مذہبی کوئی ذمہ داری سپرد کی ہوتی اور یہ فطری امر ہے کہ جس کے پاس عقل سے استفادہ کی صلاحیت نہیں ہوتی اس سے کسی فریضہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف اگر مردوں کے قدر تمند ہونے کی بات ہے تو وہ کسب معاش کے تعلق سے ہے۔

جیسا کہ یہ طے شدہ امر ہے عورتیں، مردوں سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں، کیونکہ معاشیات میں ان

کے لئے موانع کا امکان زیادہ ہے اور چونکہ یہ موانع مردوں کے یہاں کم ہیں لہٰذا ذمہ داریوں کو تقسیم کردیا گیا ہے اور گھر کی معیشت کی اصل ذمہ داری مردوں کے ذمہ رکھی گئی ہے اور عورت کو افراد خانہ کے درمیان انس برقرار رکھنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ شاید یہ حکمت الٰہیہ ہے کہ خانوادہ کو دو ستونوں پر استوار کیا گیا ہے تاکہ زندگی بآسانی چل سکے اور ظاہر ہے کہ ڈھنگ سے گھر چلانے کے لئے معاش کے ساتھ الفت ومحبت کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے آج بہت سے گھرانے ایسے ہیں کہ جو اقتصادی ومعاشی لحاظ سے خوشحال ہیں مگر ان کے بچے اخلاقی بے راہ روی کے شکار ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عورتوں کے جذباتی ہونے کو ان کی شخصیت کا ضعف شمار نہ کیا جائے۔ اس سے یہ مطلب بھی نہ نکالا جائے کہ معاشرہ میں انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ انسانی مطمح نظر سے مرد وعورت کے جسمانی اور جذباتی فرق واختلاف ہی باعث بنے ہیں جو یہ انسانی اور اسلامی معاشرہ مناسب انداز میں ایک دوسرے سے مربوط ہوسکے ہیں۔ اس معاشرہ کی کچھ نفسیاتی ضرورتیں ہیں اور یہ اگر صالح انداز میں پوری ہوجائیں تو سماج میں بہت سے ناخوش آئند واقعات رونما ہی نہ ہوں۔ اس طرح کا معاشرہ اصلاً عملی وجود میں لانے سے عالمی پیمانے پر اقدار میں توسیع ہوگی اور بین الاقوامی سطح پر امن وسکون کی بحالی کے امکانات فراہم ہوسکیں گے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خواتین جس فکری، عقلی اور عملی میدان میں قدم رکھیں کامیابیاں حاصل کرسکتی ہیں، مگر ایسا لگتا ہے کہ خداوند کریم چاہتا ہے کہ عورت اپنی تمام تر فطری استعداد کے علاوہ مہر ومحبت کا مجموعہ بھی رہے تاکہ انسانی معاشرہ کے لئے باعث سکون قرار پائے۔ اس سلسلے میں متعدد آیات وروایات ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ معاشرہ میں عورت کا کیا مقام ہے۔ مثلاً حضور اکرمؐ نے فرمایا: عورتوں کو اف بھی نہ کہو۔۱ اسی طرح آپ نے اپنی وصیت میں حقوق نسواں سے متعلق مردوں کو خصوصی تاکید فرمائی۔۲ اس کے علاوہ آپ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرے۔۳ چنانچہ عدالت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مرد معیشت کی فراہمی کی ذمہ داری سنبھالے جیسا کہ نفقہ مرد پر ہی واجب ہے، دوسری طرف عورت اپنی تمام تر اخلاقی خصوصیات جیسے اس کا محبت آمیز ہونا وغیرہ کے ساتھ اہل خانہ سے اس طرح پیش آئے جس کے نتیجہ میں اہل خانہ اس کی دلسوزی اور قربانیوں کی قدر کرتے ہوئے صالح معاشرہ کی تشکیل میں اس کا ساتھ دیں۔

مغربی تہذیب میں خواتین کے حقوق کی فکری بنیادیں

مغرب میں عورتوں کے حقوق کا جائزہ لینے سے قبل ان کے فکری بنا کا تجزیہ بہت ضروری ہے۔ اسلام کے برخلاف، مغرب میں عورتوں کے حقوق کی گفتگو پچھلے تین سو سال سے شروع ہوئی ہے چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کی خواتین صدیوں ظلم وستم کا نشانہ رہیں اور اسکا تعلق ان کی تہذیب سے ہے اور عیسائی تعلیمات سے اس کا چنداں تعلق نہیں ہے۔ ویل ڈورینٹ کی کتاب تاریخ تمدن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانہ اور قرون وسطی میں بھی یوروپی تہذیب میں عورتوں کو ایک ضمنی مخلوق کی حیثیت حاصل تھی یہاں تک کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ عورتیں ہی ہیں جن کی وجہ سے مرد غلطی کرتے ہیں اور انہی کی وجہ سے مردوں سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے عورتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا اور انہیں انتخاب ہمسر، تعلیم، میراث، مالکانہ حقوق، بڑے فیصلے اور سیاسی مشارکت سے باز رکھا جاتا تھا۔ اس دوران روحانی اعتبار سے بھی عورتوں کا کوئی شمار نہیں تھا اور ان کے لئے کوئی اہمیت کا قائل نہیں تھا۔ جان لاک، روسو نیچہ اور منتسکیو جیسے مفکرین کی رو سے عورتیں چھوٹی شخصیت کی مالک، متکبر اور خود پسند ہوتی ہیں، بعض دوسرے مغربی مفکرین جیسے ہُگل، ہیوم وغیرہ بھی عورتوں کے عقل وخرد کے سلسلے میں تشکیک کے قائل ہیں درحالیکہ اسلام میں چونکہ عورت صاحب عقل ہے لہٰذا اسے مکلّف قرار دیا گیا ہے۔ مغرب کی جدید تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی دنیا کے سارے ڈیموکریٹک، فکری انقلاب کا معیار، ہیومنزم، سکولرزم، انڈوجولیزم، ریلٹویزم اور لبرالزم رہا ہے اور اسی کو معیار اور اساس قرار دیتے ہوئے انسانی حقوق طے کیے گئے ہیں پھر بھی ۱۷۸۹ء کے حقوق الناس، سے متعلق ہوئے اعلان میں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یوروپ میں ۲۰۰ سو سال پہلے تک عورتوں کو ووٹ دینے کا حق نہیں تھا۔ اسی لئے فیمینیزم کا رجحان بھی لبرالزم کی طرح بیشتر قانونی تھا۔ مغربی فیمنسٹ اپنے حقوق جیسے ووٹ اور انتخاب ہمسر کے فراق میں تھیں یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغربی عورتوں کو صلیبی جنگ کے دوران، اسلام میں عورتوں کے حقوق سے واقفیت ہوئی اور انہوں نے بھی اپنی حکومتوں سے ایسا ہی مطالبہ کیا جو انہیں اس وقت بہر حال نہیں ملا۔

یوروپ اور مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں نہ تو انسان کے معنوی حقوق کی کوئی اہمیت رہی ہے اور نہ ہی انسانیت کے سبب اس کی کوئی اہمیت ہے بلکہ اس کے ظواہرات جیسے مال و دولت اور مقام اور بنیاد پر ہے۔ اس نظام کے تئیں انسان کا سرمایہ دار ہونا بہت اہم ہے اس کے علاوہ مادیت اور لذت پسندی کو ان کے یہاں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس لحاظ سے خوبصورت ہونا ان کے یہاں سماج میں اعتبار

بڑھانے کے لئے کافی شمار کیا جاتا رہا ہے جبکہ دین اسلام نے تقویٰ اور پرہیز گاری کو بہترین کسوٹی قرار دیا ہے۔ مغربی نقطہ نظر سے ایک انسان جو کسب معاش کی سوجھ بوجھ اور شہوانی تشفی کی صلاحیت رکھتا ہو بہت اہم انسان ہے۔ معاشرہ میں اعتبار قائم کرنے کے لئے اس کا خوبصورت اور دولتمند ہونا کافی ہے۔اس نظریہ کو اسلام کے مقابل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ انداز فکر بہت ساری عورتوں کی حق تلفی کا ذریعہ قرار پاسکتا ہے تاہم اس سے معاشرہ کے اندر بے انصافی میں اضافہ ہوگا۔ البتہ عورتوں کے حقوق سے متعلق اسلامی نقطہ نظر بھی ساری دنیا کے لئے آشکار انہیں ہے اور اس سلسلے میں منظّم پروگرام کے تحت ماڈرن میڈیا کا سہارا لیتے ہوئے اسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام، عورتوں کے لئے کن حقوق کا قائل ہے اور ان کے حقوق کی اساس وبنیاد کیا ہے ؟

مغربی ممالک میں عورتوں کے حقوق کے تعلق سے اٹھنے والی آوازیں ایک دوسرے سے مختلف رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ریڈیکل فمنیزم ، مارکسیسم ، لبرالیزم ، سوشیالزم کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے سارے فکری رجحانات اس بات کے قائل ہیں کہ عورتوں کے حقوق کے لئے اس وقت تک لڑتے رہنے کی ضرورت ہے جب تک عورت ومرد کے حقوق مساوی نہ ہو جائیں جو کہ اسلامی نقطہ نظر سے متعارض ہے کیونکہ اسلامی رخ سے بعض موارد میں عورت میں مرد کے ساتھ حقوقی مماثلت نہیں پائی جاتی۔ اور اسی طرح اس کا برعکس، ان دونوں کے حقوق دونوں کی فطری ساخت کے حقوق اعتبار سے مناسب ہیں مثلاً، نفقہ مرد پر واجب ہے اور یہ مسئلہ سب سے زیادہ واضح انداز میں مرد وعورت کے تناسب ، تخلیق اور تشریعی تقاضوں کو بیان کرتا ہے تاہم عدالت بھی یہی ہے۔ فیمنسیٹی رجحانات بھی، مغربی معاشرہ میں پائے جانے والے خلاء کو پر نہیں کرسکتا اور آج ان کے معاشرہ کی بہت بڑی مشکل بھی، محبتوں اور خلوص کا روبزوال ہونا، افراد خانہ کے تعلقات کا کمزور ہونا ہے اس طرح انسان اپنے ہی انسانی معاشرہ میں اجنبیت کا احساس کرنے لگا ہے کیونکہ اس کے نفسیاتی تقاضے پورے نہیں ہو پاتے۔ ایسے معاشرہ میں عورتوں کے حقوق کی محض قانونی حیثیت ہے اور وہ بھی مادی حساب وکتاب کی بنیاد پر تاہم اخلاقی اور نفسیاتی پہلوؤں کو یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے ہم مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچے ہیں :

اسلام نے طے شدہ اصول ومبانی کے پیش نظر کچھ مشترک قسم کے حقوق کو مرد وعورت دونوں کے لئے بیان کئے ہیں ساتھ ہی تخلیقی نظام میں فرق کے سبب مرد وزن کے حقوق کے نظام میں قدرے فرق کی بھی نشاندہی کی ہے۔

اسلام نے عورتوں کے دائرہ حقوق کو مغربی دائرہ حقوق کے مقابل زیادہ وسیع اور جامع قرار دیا ہے۔ اسلام

نے اس کے مادی حقوق کے علاوہ اس کے روحانی حقوق کا تعین کیا ہے۔
اسلام میں عورتوں کے حقوق کی تاریخ، مغربی ممالک کے حقوق کی تاریخ سے زیادہ قدیمی ہے۔

رسول اکرمؐ نے جو تہذیبی انقلاب برپا کیا (جو انسانی معاشرہ کی بڑی خدمت ہے) اس بات کا سبب بنا کہ عورتوں کے نظر انداز کیے گئے حقوق انہیں واپس دلوائے جائیں اور آج جتنا زیادہ احکام الٰہیہ کی پابندی ہوگی اس کے حقوق مزید آشکار ہوتے چلے جائیں گے۔

آج دنیا بے انصافی، تفریق، عدم خلوص کے سبب مشکلات کا سامنا کر رہی ہے اور مغربی دنیا، تہذیبی بحران کے دہانے پر کھڑی ہے ایسے میں مسلم دانشوروں کا فریضہ مزید اہم ہو جاتا ہے کہ اس کی انجام دہی کے لئے پروگرام بنائے جائیں، نمونے تراشے جائیں، اسلام میں عورتوں کے حقوق سے متعلق کانفرنسیں منعقد کرائی جائیں۔ اور اسے میڈیا کے ذریعہ ساری دنیا میں نشر کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۴، ص ۲۵۲
۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۲۵۲
۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۸، ص ۵۰۷